فضائلِ دعا کتاب سے لئے گئے مواد کی پانچویں قسط

کونسی دُعا نہیں کرنی چاہیے؟

صفحات 22

مصنف: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ اللہ

شارح: اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ

پیش کش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

یہ مضمون ''فضائل دُعا'' کے صفحہ 172 تا 193 سے لیا گیا ہے۔

کونسی دُعا نہیں کرنی چاہئے

دُعائے عطّار

یاربِّ کریم! جو کوئی رسالہ: ''کون سی دُعا نہیں کرنی چاہئے'' کے 22 صَفْحات پڑھ یاسُن لے اُسے صحیح معنٰی میں دعا کرنا آجائے اور وہ بے حساب بخشا جائے۔ اٰمین بجاہِ النَّبیِّ الْاَمین صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

دُرُود شریف کی فضیلت

حضرتِ علّامہ **مجدُ الدّین فیروز آبادی** رَحْمَۃُ اللّٰہِ علیہ سے **منقول** ہے: جب کسی مجلس میں (یعنی لوگوں میں) بیٹھو اور کہو: **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد** تو **اللہ** پاک تم پر ایک فِرِشتہ مقرّر فرمادے گا جو تم کو **غیبت** سے باز رکھے گا۔ اور جب مجلس سے اُٹھو تو کہو: **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد** تو فِرِشتہ لوگوں کو تمہاری **غیبت** کرنے سے باز رکھے گا۔ (اَلْقَوْلُ الْبَدِیع ص۲۷۸)

فصل ہفتم کن کن باتوں کی دعا نہ کرنی چاہیے؟

قال الرضاء: اس میں پندرہ۱۵ مسئلے ہیں، بارہ۱۲ ارشادِ حضرت مُصَنِّف عَلّام اور تین مُلحقاتِ فقیر مُستہام [1]۔

مسئلہ اُولٰی: دعا میں حد سے نہ بڑھے، مثلاً: انبیاء علیھم الصلاۃ و السلام کا مرتبہ

---

1 یعنی حضرتِ مصنّف علیہ الرحمہ کے بارہ ارشادات کے ساتھ اس فقیر کی تین گزارشات۔

www.dawateislami.net

مانگنا یا آسمان پر چڑھنے کی تمنا کرنا، اسی طرح جو چیزیں مُحال [1] (ناممکن) یا قریب بہ محال ہیں نہ مانگے۔﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾.[2]

قال الرضاء: ''دُرِّمختار'' وغیرہ میں اسی قبیل سے گِنا: ہمیشہ کے لئے تندرستی وعافیت مانگنا کہ آدمی کا عمر بھر کبھی کسی طرح کی تکلیف میں نہ پڑنا بھی محال عادی [3] ہے۔[4]

أقول: مگر حدیث شریف میں ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ الْعَافِیَةَ وَتَمَامَ الْعَافِیَةِ وَدَوَامَ الْعَافِیَةِ)).

''اِلٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں عافیت اور عافیت کی تمامی اور عافیت کی ہمیشگی۔''[5]

مگر یہ کہ ''تَمَامَ الْعَافِیَةِ'' سے دین ودنیا وروح وجسم کی عافیت ہر بَلا سے مراد ہو جو حقیقۃً بَلا ہے، یا ناقابلِ برداشت اگرچہ بنظر اجر وجزا، نعمت وعطا ہے۔[6] دِین میں

---

1. محال: جس کا وجود بداہۃً متصوَّر نہ ہو جیسے جسم کا حرکت وسکون سے عاری ہونا یا نظری طور پر غیر متصور ہو جیسا کہ شریکِ باری تعالیٰ کا وجود۔ (''المعتقد المنتقد''(مترجم)، ص ۳۴)
محال کی تین قسمیں ہیں: (۱) محالِ عقلی (۲) محالِ شرعی (۳) محالِ عادی
اس بارے میں مزید تفصیل کیلئے ''المعتقد المنتقد'' ملاحظہ فرمائیں۔

2. ترجمۂ کنز الایمان: ''اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔'' (پ: ۲، البقرة: ۱۹۰)

3. محال عادی سے مراد یہ ہے کہ عموماً یا عادتاً ایسا ہوتا نہ ہو مگر اس کا ہونا ناممکن بھی نہ ہو، کبھی کسی حکمت کے تحت ہو بھی سکتا ہو، مثلاً کسی شخص کا ہمیشہ کیلئے صحت مند رہنا بیمار نہ پڑنا۔

4. ''الدرّ المختار''، کتاب الصلاة، ج۲، ص۲۸۷.

5. ''جامع الأحاديث'' للسيوطي، المسانيد والمراسيل، مسند علي بن أبي طالب، الحديث: ۶۰۲۸، ج۱۵، ص۳۴۳.

6. مگر یہ کہ یہاں حدیثِ پاک میں ''تَمَامَ الْعَافِیَةِ'' سے دین ودنیا اور جسم وروح کا ہر بَلا سے محفوظ ہونا مراد ہے یا پھر ناقابلِ برداشت بلاؤں سے محفوظ ہونا مراد ہے اگرچہ اس پر صبر کرنا بھی اجر وثواب کا باعث ہے، مختصر یہ کہ ''تَمَامَ الْعَافِیَةِ'' سے ہر طرح کی بَلا سے محفوظ ہونا ہرگز مراد نہیں کیونکہ بعض بلائیں، مثلاً: ہلکا بخار، زکام اور دردِ سر وغیرہ مصیبت وبَلا نہیں بلکہ ایک طرح کی نعمت ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ آگے خود وضاحت فرما رہے ہیں۔

www.dawateislami.net

عقیدۃً وعملاً کسی قسم کا نقص مطلقاً بَلا ہے اور روح پرغم وفکرِ عُقبیٰ کے سوا (آخرت کی فکر کے علاوہ) اور ہر غم و پریشانی مطلقاً رنج وعَنا ہے (یعنی رنج وتکلیف ہے) اور جسم کے حق میں کبھی کبھی ہلکا بخار، زکام، دردِ سر اور ان کے مثل ہلکے امراض بَلا نہیں نعمت ہیں بلکہ ان کا نہ ہونا بَلا ہے مردانِ خدا پر اگر چالیس دن گزریں کہ کوئی عِلّت وقِلّت نہ پہنچے (یعنی بیماری وپریشانی نہ آئے) تو اِستغفار واِنابت فرماتے ہیں (یعنی توبہ کرتے اور رجوع لاتے ہیں) کہ مَبادا باگ ڈھیلی نہ کردی گئی ہو (یعنی خدانخواستہ توجہ نہ ہٹالی گئی ہو)۔ ہاں! سخت امراض مثل جُنون وجُذام وبَرَص وکُوری (اندھاپن) وطاعون [1] یا سانپ کا کاٹنا، جلنا، ڈوبنا، دبنا، گرنا وأمثال ذلک (اور اسی کی مثل دوسری بیماریاں) اگرچہ مسلمان کے کفارۂ ذُنوب (یعنی گناہوں کا کفارہ) وباعثِ اجروشہادت ورحمت ہیں ضرور بلا اور ﴿لا تُحَمِّلْنَا مَا لا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾ [2] میں

---

1 جنون: ''جنون ایسے دماغی خلل اور حرج کو کہتے ہیں کہ عام طور پر اپنے معمول کے مطابق آدمی کے اقوال وافعال باقی نہ رہ سکیں، چاہے یہ کیفیت فطری اور پیدائشی طور پر ہو، یا بعد میں کسی مرض کی بناء پر۔''

(''القاموس الفقهي''، ص٦٩)

جذام (کوڑھ): ''ایک مرض جس میں بدن سفید ہوجاتا ہے مرض کی شدت میں اعضا بھی گل جاتے ہیں''

(''اردولغت''، ج٦، ص٥٥٤)

برص: وہ شدید سفیدی جو مکمل بدن یا اسکے بعض حصوں پر ہوتی ہے جو تمام بدن میں سرایت کرجاتی اور بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سفیدی تمام بدن کو گھیر لیتی ہے، یہ کمزور اور اپاہج کردینے والی بیماری ہے۔

(''الرحمة في الطب والحكمة'' للسيوطي، الباب الثامن والأربعون والمئة، ص١٧٥)

طاعون: ایک وبائی بیماری جس میں ایک پھوڑا بغل یا جانگھ (یعنی ران) میں نکلتا ہے اور اس کے زہر سے انسان بہت کم جانبر ہوتا ہے، اس میں عموماً قے، غشی اور خفقان (ایک بیماری جس میں دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے) کا غلبہ رہتا ہے۔ (''اردولغت''، ج١٣، ص٥٣)

طاعون سے بھاگنے سے متعلق امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ: ''تيسر الماعون للسكن في الطاعون'' فتاویٰ رضویہ کی جلد٢٤ صفحہ ٢٨٥ پر ملاحظہ فرمائیں۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (برداشت) نہ ہو۔'' (پ٣، البقرة: ٢٨٦)

داخل ہیں۔ ولہٰذا ان سے عافیت مانگی گئی اور اسی لیے حدیث شریف میں: ((**أَعُوْذُ بِکَ مِنْ سَيِّءِ الْأَسْقَامِ**)) [1] بُرے امراض کی قید لگا کر پناہ طلب کی تو "**تَمَامَ الْعَافِیَةِ وَدَوَام**" کا یہی **مَحمَل** اور کلامِ فقہاء سے تنافی زائل (2)

اسی طرح علامہ قرافی وعلامہ لقانی وغیرہما نے اسی سے شمار کیا: دونوں جہاں کی بھلائی مانگنا یعنی اگر یہ مقصود ہو کہ دارین کی سب خوبیاں دے کہ ان خوبیوں میں مراتبِ اَنبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بھی ہیں جو اسے نہیں مل سکتے۔ (3)

اور اسی میں داخل ہے ایسے اَمر کے بدلنے کی دعا مانگنا جس پر قلم جاری ہو چکا، مثلاً: لمبا آدمی کہے: میرا قد کم ہو جائے، یا چھوٹی آنکھوں والا: میری آنکھیں بڑی ہو جائیں۔

قال الرضاء: اگرچہ محالِ عقلی کے سوا کہ اصلاً صلاحیتِ قدرت نہیں رکھتا، سب کچھ زیرِ قدرتِ الٰہیہ داخل ہے۔ مگر خلافِ عادت بات کی خواستگاری (درخواست) صرف

---

1 یعنی اے اللہ! میں برے امراض سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

"سنن أبي داود"، کتاب الوتر، باب في الاستعاذة، الحديث: ١٥٥٤، ج٢، ص١٣٢.

2 ہماری مذکورہ بالا بحث سے وہ حدیث پاک جس میں "اِلٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں عافیت اور عافیت کی تمامی اور عافیت کی ہمیشگی" فرمایا گیا اور کلامِ فقہاء جو ابھی "دُرِّ مختار" کے حوالے سے گزرا "کہ ہمیشہ کے لئے تندرستی وعافیت مانگنا کہ آدمی کا عمر بھر کبھی کسی طرح کی تکلیف میں نہ پڑنا بھی محال عادی ہے" کے مابین پیدا ہونے والا یہ ظاہری تعارض دور ہو گیا اور یہی "**تَمَامَ الْعَافِیَة**" کا مفہوم ہے کہ ناقابلِ برداشت بلاؤں سے حفاظت رہے۔

3 "أنوار البروق"، الفرق الثالث والسبعون والمائتان، القسم الثاني، ج٤، ص٤٥٣.

www.dawateislami.net

حضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلاۃ و السلام کو وقت اِظہار معجزہ وکرامت بغرضِ ارشاد وہدایت و اِتمامِ حُجّت (لوگوں کی ہدایت اوران پر حجت قائم کرنے کے کیلئے) باذن اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ اوروں کا عالَمِ اسباب میں ہوکرایسی بات مانگنا اپنی حد سے بڑھنا اور جہل وسفاہت میں پڑنا ہے۔﴿کَبَاسِطِ کَفَّیۡهِ اِلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ﴾

''جیسے کوئی اپنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے کہ پانی خود اس کے منہ میں پہنچ جائے اور ہرگز نہ پہنچے گا۔'' (پ۱۳، الرعد: ١٤).

مسئلہ۲: لغو اور بے فائدہ دعا نہ کرے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حکایت کرتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا سنوس (1) نامی، اُسے حکم ہوا کہ تینؔ دعائیں تیری قبول ہوں گی اپنی عورت کے لیے دعا کی تمام بنی اسرائیل کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہوگئی غرور وشرور کرنے اور شوہر کو ستانے لگی ایک دن اس سے خفا ہوکر کہا: خدا تجھے کُتیا کردے اسی وقت کُتیا ہوگئی پھر بیٹوں کی سفارش سے اس کے لیے دعا کی: الٰہی! اسے اصلی صورت پر کردے جو صورت پہلے تھی وہی ہوگئی اور تینوں دعائیں مفت ضائع ہوئیں۔ (2)

مسئلہ۳: گناہ کی دعا نہ کرے کہ مجھے پرایا مال مل جائے یا کوئی فاحشہ زنا کرے کہ گناہ کی طلب بھی گناہ ہے۔

---

1 قد وجدنا اسمه: بسوس.

2 "تفسير البغوي"، الأعراف، تحت الآية: ١٧٥، ج٢، ص١٨٠.

و"تفسير الخازن"، الأعراف، تحت الآية: ١٧٥، ج٢، ص١٦٠.

www.dawateislami.net

مسئلہ۴: قطعِ رِحم (یعنی عزیزوں سے تعلّق توڑنے) کی دعا نہ کرے، مثلاً: فلاں وفلاں رشتہ داروں میں لڑائی ہو جائے۔

حدیث میں ہے: ''مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے، جب تک ظلم وقطع رحم کی درخواست نہ کرے۔ [1]

قال الرضاء: قطع رحم بھی ایک قسمِ اِثم ہے (یعنی گناہ کی قسم ہے)، جسے بوجہِ شدتِ اہتمام احادیث، باب میں اثم پر عطف فرمایا: **((ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم))** (جب تک گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے) [2] اسی لیے مُصَنِّف عَلَّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے باتباعِ احادیث اسے مسئلہ جداگانہ ٹھہرایا۔

مسئلہ۵: اللہ تعالیٰ سے حقیر چیز نہ مانگے کہ پروردگار غنی ہے، اگر تمام خَلق کو ایک ساعت میں ان کے حوصلے سے زیادہ بخشے، اس کے خزانے میں کچھ نقصان نہ ہو۔

حضرت اِمام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب مانگو خدا سے تو فردوس مانگو کہ وہ اَوسط بہشت اور اعلیٰ جنت ہے اور اس کے اوپر ہے عرش رحمٰن کا، اور اسی سے جاری ہوتی ہیں نہریں بِہشت کی۔'' [3]

---

1 "سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ما جاء أنّ دعوة المسلم مستجابة، الحديث: ٣٣٩٢، ج٥، ص٢٤٨.

2 المرجع السابق.

3 "صحيح البخاري"، كتاب التوحيد، باب: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾، الحديث: ٧٤٢٣، ج٤، ص٥٤٧.

www.dawateislami.net

اور یہ بھی آیا ہے: ''جب تو دعا مانگے بہت مانگ کہ تو کریم سے مانگتا ہے۔''[1]

اے عزیز! وہ کریم ورحیم ہے، بے مانگے کروڑوں نعمتیں تیرے حوصلہ ولیاقت سے زیادہ تجھے عطا کرتا ہے۔ اگر تو اس سے مانگے گا کیا کچھ نہ پائے گا۔ **ولنعم ما قیل** (اور کیا ہی خوب کہا گیا ہے) ؎

آنکه ناخواسته عطا بخشد
گر تو خواهش کنی چها بخشد[2]
بادشاه هے ست او اگر خواهد
هر دو عالم بیك گدا بخشد[3]

اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ''جوتے کا دُوال (تسمہ) ٹوٹے تو وہ بھی خدا سے مانگ''[4] اور بعض مخاطباتِ موسیٰ علیہ السلام میں ہے: ''ہانڈی کا نمک بھی مجھ سے

---

1 ''صحیح ابن حبان''، کتاب الأدعیة، ذکر استحباب الإکثار في السؤال ...إلخ، الحدیث: ٨٨٦، ج٢، ص١٢٤، بألفاظ متقاربة.

2 ع
بن مانگے عطا فرماتا ہے محروم کبھی پھیرا ہی نہیں
فریاد اگر تو کرلے کبھی پھر دیکھو عطاؤں کی بارش

3 ع
تو بادشاہ ہے اے مرے مالک! گدا کو تُو
اگر چاہے عطا کر دے دو عالَم آنِ واحد میں

4 ''سنن الترمذي''، کتاب الدعوات، باب لیسأل أحدکم ربه حاجته کلها، الحدیث: ٣٦٢٣، ج٥، ص٣٤٩.

www.dawateislami.net

مانگ۔''[1] مطلب اس کا یہ ہے کہ تمام توجہ اپنی میری طرف رکھ غیر سے اصلاً تعلق نہ کر، جو مانگ مجھ ہی سے مانگ، اگر اَحیاناً (کبھی کبھار) کسی خسیس (کمتر اور حقیر) چیز کی ضرورت ہو، مجھ سے سوال کر نہ یہ کہ خسیس ہی سوال کیا کر، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ امر باختلافِ احوال مختلف ہے جس وقت خدا کے عموم کرم وقدرت اور اپنی عاجزی واحتیاج پر نظر ہو اور باوجود اس کے خسیس حقیر چیز کی ضرورت ہو، دوسرے سے سوال کرنا اور غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانا قبول نہ کرے، اس قسم کا سوال خدا سے مضائقہ نہیں رکھتا، ہاں بلا ضرورت خسیس چیز مانگنا حماقت ہے، عمدہ شئے مانگے کہ خدا کریم ہے اور ہر چیز پر قادر۔

قال الرضاء: دنیا ذلیل اور اس کی تمام متاع باآں کثرت (باوجود بہت ہونے کے) نہایت قلیل ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ﴾[2] وہ مسلمان کے لیے زادِ مسافر (توشۂ مسافر) ہے اور زاد بقدرِ حاجت درکار ہوتا ہے نہ لادنے کو، ولہٰذا اس میں زیادہ کی ہَوس کثرت کی طلب مَبْغُوض (ناپسند) ٹھہری ﴿اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ o حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾[3]

اور بے ضرورتِ شرعیہ غیروں کے دروازے پر بھیک مانگنے کی اجازت نہیں تو اَب حاجت موجود اور غیر سے مانگنا نا محمود اور زیادہ کی ہوس بھی مردود، لَا جَرَم (یقیناً) نمک کی کنکری بھی رَب ہی سے مانگیں گے اور اس کی جگہ یہ نہ کہیں گے کہ نمک کا پہاڑ دیدے

---

1 "سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ليسأل أحدكم ربه حاجته كلها، الحديث: ٣٦٢٤، ج٥، ص٣٤٩.

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔'' (پ٥، النساء: ٧٧)

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔'' (پ٣٠، التکاثر: ١-٢)

www.dawateislami.net

یا پیسے کی ضرورت ہے تو کروڑ روپے دیدے کہ ایک پیسہ اور کروڑ اشرفی ذلیل وقلیل ہونے میں دونوں برابر ہیں، یہ ''کرّ إلی ما منه فرَّ''[1] ہوجائے گا۔ بخلاف نعیمِ آخرت (آخرت کی نعمتوں کے) کہ اس میں زیادت مطلوب ومقصود اور عطائے کریم غیر محدود پھر کیوں کم پر قناعت کریں!۔ وِللّٰہ الحمد۔

مسئلہ٦: رنج ومصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی دعا نہ کرے کہ مسلمان کی زندگی اس کے حق میں غنیمت ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص شہید ہوا، برس دن بعد (ایک سال بعد) اس کا بھائی بھی مرگیا۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اس کو دیکھا کہ شہید سے بہشت میں آگے جاتا ہے، خواب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا اور اس کی پیش قدمی (شہید سے آگے جانے) پر تعجب کیا فرمایا: جو پیچھے مرا، کیا اس نے ایک رمضان کا روزہ نہ رکھا! اور ایک سال کی نماز ادا نہ کی! یعنی مقامِ تعجب نہیں کہ اس کی عبادت اس کی عبادت سے زیادہ ہے۔[2]

اے عزیز! وہاں کے لیے کیا جمع کیا کہ یہاں سے بھاگتا ہے؟ اگر موت کی شدت وسختی سے واقف ہو تو آرزو کرے، کاش! تمام دنیا کی تکلیف مجھ پر ہو اور چند روز موت سے مہلت ملے۔

---

1 آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ یعنی ایک مصیبت سے چھوٹا دوسری میں جا پھنسا۔

2 ''سنن ابن ماجه''، کتاب تعبیر الرؤیا، باب تعبیر الرؤیا، الحدیث: ٣٩٢٥، ج٤، ص٣١٣.

و''المسند'' للإمام لأحمد بن حنبل، الحدیث: ٨٤٠٧، ج٣، ص٢٢٩.

www.dawateislami.net

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رنج کے سبب سے موت کی آرزو نہ کرو، اگر ناچار ہو جاؤ کہو: ((اَللّٰھُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي)).

''خدایا مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے اور مجھے وفات دے جس وقت موت میرے حق میں بہتر ہو۔''[1]

ایک شخص نے پوچھا: بہتر لوگوں کا کون ہے؟ (یعنی لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟) فرمایا: ''جس کی عمر دراز ہو اور کام اچھے۔'' عرض کی: بدتر لوگوں کا کون ہے؟ فرمایا: ''جس کی عمر بڑی ہو اور کام برے۔''[2]

پس نیکوکار کے واسطے زندگی نعمت اور بدکار کے لیے زندگی نقمت (سزا)، مگر تمنا موت کی اس خیال سے کہ جس قدر جیونگا (زندہ رہونگا) زیادہ گناہ کرونگا، نادانی ہے، اگر گناہوں کو بُرا جانتا ہے تو ان کے تَرک پر مُستَعِد (تیار) ہو[3] اور عمر دراز طلب کرے تا (کہ) عبادت و ریاضت سے ان کا تدارُک (تلافی) کرے ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾[4]

حضرت مریم سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْھَا کا فرمانا: ﴿يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ

---

1 "سنن النسائي"، كتاب الجنائز، باب تمني الموت، الحديث: ١٨١٧-١٨١٨، ص ٣١١.
و"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ١١٩٧٩، ج٤، ص ٢٠٢.

2 "سنن الترمذي"، ابواب الزهد، باب منه، ج٤، ص ١٤٨، الحديث: ٢٣٣٧.

3 یعنی: اگر گناہوں کو بُرا جانتا ہے تو گناہ چھوڑنے پر کمربستہ ہو۔

4 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔'' (پ ١٢، هود: ١١٤)

www.dawateislami.net

نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا﴾ (1) دعا بہلاک نہیں بلکہ آرزو اور تمنا زمانہ ماضی کی ہے اور ''رنج و مصیبت سے گھبرانے'' کی قید اس لیے ہم نے ذکر کی کہ یہ دعا (یعنی مرنے کی دعا) بسببِ شوقِ وصلِ الٰہی و اشتیاقِ لقائے صالحین درست ہے۔

حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ و السلام دعا کرتے ہیں:

﴿تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾ (2)

اسی طرح جب دین میں فتنہ دیکھے تو اپنے مرنے کی دعا جائز ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے:

((إذا أردتَ بقوم فتنة فاقبضني إليک غير مفتون)). (3)

حدیث میں ہے: فرماتے ہیں: ''کوئی تم سے موت کی آرزو نہ کرے مگر جب کہ اعتماد نیکی کرنے پر نہ رکھتا ہو۔'' (4)

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: ''ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔''

(پ ١٦، مریم: ٢٣)

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''مجھے مسلمان اُٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قربِ خاص کے لائق ہیں۔''

(پ ١٣، یوسف: ١٠١)

3 اے اللہ! جب تو کسی قوم کے ساتھ عذاب و گمراہی کا ارادہ فرمائے (ان کے اعمالِ بد کے سبب) تو مجھے بغیر فتنے کے اپنی طرف اٹھا۔

"سنن الترمذي"، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة ص، الحديث: ٣٢٤٦، ج٥، ص١٦١.

4 "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٨٦١٥، ج٣، ص٢٦٣.

www.dawateislami.net

قال الرضاء: خلاصہ یہ کہ دنیوی مُضرَّتوں سے بچنے کے لئے موت کی تمنا ناجائز ہے اور دینی مضرت (دینی نقصان) کے خوف سے جائز **كما في "الدرّ المختار" و"الخلاصة" وغيرهما.** [1]

مسئلہ ۷: بے غرض صحیح شرعی کسی کے مرنے اور خرابی کی دعا نہ مانگے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إذا سمعتم الرجل يقول هلك الناس فهو أَهلكُهم)).

"جب سنو تم کسی مرد کو کہ کہتا ہے لوگ ہلاک ہوئے[ا] تو وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔" [2]

حدیث شریف میں ہے: ایک شرابی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس حاضر لائے حضور نے حد مارنے کا حکم دیا کوئی اس کے دَھول مارتا (یعنی تھپڑ لگاتا)، کوئی جوتے، فرمایا: "اس کی ملامت کرو" کسی نے کہا: تجھ کو خدا کا خوف نہ آیا، کسی نے کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نہ شرمایا، ایک نے کہا: **أَخزَاکَ اللّٰهُ** "خدا تجھے خوار کرے"

---

[1] "الدر المختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٩١.

و"خلاصة الفتاوى"، كتاب الكراهية، الفصل الثاني في العبادات، ج٤، ص٣٤٠.

و"الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٩.

[ا] یعنی جو شخص اوروں کی ہلاکت و خرابی چاہتا ہے وہ سب سے زیادہ ہلاک و خراب ہوتا ہے اور بعض **هلك الناس** کو جملہ خبریہ کہتے ہیں۔ یعنی جو اوروں کو ہلاکت میں مبتلا و برا اور اپنے آپ کو ان سے بڑا جانتا ہے، وہ سب سے زیادہ ہلاکت میں مبتلا اور برا ہے۔ **واللّٰه أعلم بالصواب** ۱۲ منہ قدس سرہ

[2] "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٧٦٨٩، ج٣، ص١٠٢.

www.dawateislami.net

فرمایا: ''یہ نہ کہو بلکہ کہو: ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْهُ)) ''خدایا! اس کو بخش دے، خدایا! اس پر رحم فرما۔''[1]

طفیل بن عمرو دَوسی نے اپنی قوم کی شکایت کی اور عرض کی: یارسول اللہ! دَوس پر دعا کیجئے[2] فرمایا:

((اللّٰھم اھد دَوساً و آت بھم))

---

[1] "سنن أبي داود"، باب في الحد في الخمر، الحديث: ٤٤٧٧-٤٤٧٨، ج٤، ص٢١٦-٢١٧.

[2] حضرت طفیل بن عمرو دوسی یمن کے مشہور قبیلے دوس کے فرد تھے، یہ مکے ہی میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو چکے تھے، اور اس کے بعد اپنے وطن واپس گئے اور عرصہ تک وہیں رہے، خیبر کے موقع پر اپنے متبعین کے ساتھ خیبر ہی میں حاضر ہوئے پھر مدینہ طیبہ میں رہنے لگے، جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے، ان کا خطاب ''ذوالنور'' بھی ہے، انہوں نے اسلام قبول کرتے وقت یہ عرض کیا تھا: مجھے دوس کی طرف بھیجئے اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمایئے جس سے اُنھیں ہدایت نصیب ہو، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے نور عطا فرما، اس دعا کی برکت سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور چمکتا تھا، انہوں نے عرض کی: مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ یہ کہیں کہ اس کی صورت بگڑ گئی ہے تو یہ روشنی ان کے کوڑے کے کنارے منتقل ہوگئی، ان کا کوڑا اندھیری رات میں چمکتا تھا اسی لئے ان کا نام ''ذوالنور'' پڑا۔ ان کی یہ عرضداشت (یعنی دوس کی ہلاکت کی دعا کی درخواست) دوبارہ حاضری کے موقع پر تھی جب کہ وہ خیبر میں اپنے اسّی۸۰ یا نوّے۹۰ ساتھیوں کے ساتھ خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے تھے، انہوں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ دوس میں زنا اور سود عام ہے ان کی ہلاکت کی دعا کیجئے (تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی ہدایت کی دعا فرمائی)۔

("نزهة القاري"، كتاب الجهاد، باب الدعاء على المشركين... إلخ، ج٦، ص٢٢٧)

www.dawateislami.net

''خدایا! دَوس کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں لے آ۔''(1)

اسی طرح جب ثقیف (2) کے پتھروں سے بہت مسلمان شہید ہوئے صحابہ نے

---

1 ''صحیح البخاري''، کتاب الجهاد، باب الدعاء للمشركين بالهدى ليتألفهم، الحديث: ٢٩٣٧، ج٢، ص ٢٩١.

2 یہ بھی عرب کے ایک قبیلے کا نام ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ طائف کا قصد کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر اشرافِ ثقیف یعنی عبد یالیل بن عمرو بن عمیر اور اس کے بھائی مسعود اور حبیب کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کا بُری طرح جواب دیا، ایک بولا: اگر آپ کو خدا نے پیغمبر بنایا ہے تو وہ کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے، دوسرے نے کہا: کیا خدا کو پیغمبری کے لئے آپ کے سوا کوئی نہ ملا؟، تیسرے نے کہا: میں ہرگز آپ سے کلام نہیں کرسکتا، اگر آپ پیغمبری کے دعویٰ میں سچے ہیں تو آپ سے گفتگو کرنا خلافِ ادب ہے اور اگر جھوٹے ہیں تو قابلِ خطاب نہیں، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مایوس ہو کر واپس ہوئے تو انہوں نے کمینے لوگوں اور غلاموں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ابھارا جو آپ کیلئے انتہائی نازیبا اور گستاخانہ الفاظ کہتے اور تالیاں بجاتے، اتنے میں لوگ جمع ہوگئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں طرف صفیں باندھ لیں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان سے گزرے تو قدم مبارک اٹھاتے وقت آپ کے مقدس قدموں پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پتھروں کا صدمہ پہنچتا تو بیٹھ جاتے، مگر وہ بازو تھام کر کھڑا کر دیتے، جب چلنے لگتے تو پتھر برساتے اور ساتھ ساتھ ہنستے جاتے، عتبہ اور شیبہ آپ کے سخت دشمن تھے مگر آپ کی اس حالت پر ان کے دل بھی نرم پڑ گئے۔

(ماخوذ من ''السيرة الحلبية''، باب ذكر خروج النبي صلى الله عليه وسلم إلى الطائف، ج١، ص٤٩٨-٤٩٩. و''السيرة النبوية'' لابن هشام، ص١٦٧)

www.dawateislami.net

گزارش کی ان پر دعا کیجئے۔ فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفاً))

''خدایا! ثقیف کو ہدایت فرما۔''(1)

جنگ اُحد میں ظالموں نے دندانِ مبارک سنگ ستم سے شہید کیا اور کفارِ طائف نے حضور کے جسمِ نازنین پر اس قدر پتھر مارے کہ پاشنۂ مبارک (یعنی ایڑیاں مبارک) خون سے آلودہ ہوئے مگر ان پر بھی دعائے ہلاک وخرابی نہ کی حضور اگر چاہتے وہ سب ہلاک ہو جاتے۔

عطیہ ﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾(2) کی تفسیر میں کہتے ہیں: ''مُعْتَدِین'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو لوگوں کے کوسنے میں حد سے بڑھتے اور کہتے ہیں: اللہ ان کو خوار کرے، اللہ ان پر لعنت کرے۔(3)

مولانا یعقوب چرخی آیۂ کریمہ: ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾(4)

---

1 ''سنن الترمذي''، كتاب المناقب، باب في ثقيف وبني حنفية، الحديث: ٣٩٦٨، ج٥، ص٤٩٢.

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔'' (پ٨، الأعراف:٥٥)

3 ''تفسير البغوي''، پ٨، الأعراف، تحت الآية: ٥٥، ج٢، ص١٣٨.

وجدنا هذا القول تحت الآية: ﴿اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾.

4 ترجمۂ کنز الایمان: ''تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قربِ خاص کے سزاواروں (حقداروں) میں کرلیا۔'' (پ٢٩، القلم: ٥٠)

www.dawateislami.net

کی تفسیر میں لکھتے ہیں: نصیب عارف کا یہ ہے کہ بلاؤں میں صبر کرے اور منکروں کے انکار سے متغیر نہ ہو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرے کہ فرماتے تھے: ((اللّٰهم اهد قومي فإنّهم لا يعلمون)) ''خدایا! میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ جانتے نہیں۔''

ہاں اگر کسی کافر کے ایمان نہ لانے پر یقین یا ظن غالب ہو اور جینے سے دین کا نقصان ہو یا کسی ظالم سے امید توبہ اور ترکِ ظلم کی نہ ہو اور اس کا مرنا، تباہ ہونا خَلق کے حق میں مفید ہو، ایسے شخص پر بددعا درست ہے۔

سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے جب دیکھا کہ قوم کے سرکش اپنے کفر وعِناد سے باز نہ آئیں گے اور وَدّ وسُوَاع ویَغُوث ویَعُوق ونَسر کو نہ چھوڑیں گے،(1) جنابِ الٰہی میں عرض کی:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾

''خدایا! زمین پر کافروں میں سے کوئی گھر والا نہ چھوڑ۔'' (پ۲۹، نوح: ۲۶)

اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے قِبطیوں پر دعا کی:

﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾

''خدایا! ان کے مال مٹادے اور ان کے دلوں پر سختی کر کہ وہ ایمان نہ لائیں جب

---

(1) حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم ان کی پوجا کرتی اور انکی عبادت چھوڑنے پر تیار نہ تھی، سورۂ نوح کی آیت نمبر۲۳ میں ان کا باقاعدہ ذکر موجود ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ''خزائن العرفان''، ص ۶۸۶، ''نور العرفان''، ص۹۱۲ اور ''فتاویٰ رضویہ'' جلد۲۴، ص ۵۷۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

www.dawateislami.net

تک دردناک عذاب نہ دیکھیں۔'' (پ ۱۱، یونس: ۸۸)

اور اسی قسم کے اَغراض کے واسطے ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اَحیاناً (کبھی کبھار) بعض کفار پر دعا کرنا ثابت ہے۔

قال الرضاء: بعض ان میں سے حضرت مُصَنِّف علّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ''سُرُوْرُ الْقُلُوْبِ فِيْ ذِكْرِ الْمَحْبُوْبِ'' کے باب معجزات میں ذکر فرمائیں۔)[1]

مسئلہ ۸: کسی مسلمان کو یہ بددعا نہ کرے کہ تو کافر ہو جائے، کہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر کفر کو اچھا یا اسلام کو بُرا جان کر کہے، بِلا رَیب (یعنی بلا شک وشبہ) کفر ہے ورنہ بڑا گناہ ہے کہ مسلمان کی بدخواہی (مسلمان کا بُرا چاہنا) حرام ہے، خصوصاً یہ بدخواہی کہ سب بدخواہیوں سے بدتر ہے۔

مسئلہ ۹: کسی مسلمان پر لعنت نہ کرے اور اسے مردود وملعون نہ کہے اور جس کافر کا کفر پر مرنا یقینی نہیں اس پر بھی نام لے کر لعنت نہ کرے، یہاں تک کہ بعض علماء کے نزدیک مستحق لعنت پر بھی لعنت نہ کہے[2] یوں ہی مچھر اور ہوا اور جمادات وحیوانات[ا] پر بھی لعنت ممنوع ہے۔

---

1 ''سرور القلوب''، معجزاتِ مصطفی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم، ص ۳۱۵-۳۱۶.

2 ''منح الروض الأزھر'' للقاری، الکبیرۃ لا تخرج المؤمن عن الإیمان، ص ۷۲.

و''أشعۃ اللمعات''، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم، ج ۴، ص ۷۱.

ا مگر بچھو وغیرہ بعض جانوروں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔۱۲ منہ قدس سرہ

www.dawateislami.net

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''مسلمان بہت طعن[1] کرنے والا اور لعن کرنے والا اور فحش وبیہودہ بکنے والا نہیں ہوتا۔''(1)

دوسری حدیث شریف میں ہے: ''بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن گواہ وشفیع نہ ہوں گے۔''(2)

لـ **في رواية "الترمذي": ((لا يكون المؤمن لعّاناً)).**

("سنن الترمذي"، باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ٢٠٢٦، ج٣، ص٤١٠).

وفي أخرى له: ((لا ينبغي للمؤمن أن يكون لعّاناً)).

("سنن الترمذي"،باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ٢٠٢٦، ج٣، ص٤١٠).

وروى أيضاً: ((المسلم ليس بلعّان)).

("سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في اللعنة، الحديث: ١٩٨٤، ج٣، ص٣٩٣، بألفاظ متقاربة. وفيه: ((ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان)).

وللبخاري: لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحشاً ولا لعّاناً.

("صحيح البخاري"، باب ما ينهي من السباب واللعن، الحديث: ٦٠٤٦، ج٤، ص١١٢).

١٢ منه قدس سره.

1 "سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ١٩٨٤، ج٣، ص٣٩٣.

2 "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، الحديث: ٢٥٩٨، ص١٤٠٠.

www.dawateislami.net

تیسری حدیث شریف میں ہے: ''مسلمان کی لعنت مثل اس کے قتل کے ہے۔''[1]

چوتھی حدیث میں ہے: ''جب بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے، وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے اس کے دروازے بند ہو جاتے ہیں کہ یہاں تیری جگہ نہیں، پھر زمین کی طرف اترتی ہے اس کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں کہ یہاں تیری جگہ نہیں، پھر دائیں بائیں پھرتی ہے جب کہیں ٹھکانا نہیں پاتی اگر جس پر لعنت کی، لعنت کے لائق ہے تو اس پر جاتی ہے ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹ آتی ہے۔''[2]

اور فرماتے ہیں: اے عورتو! صدقہ دو کہ میں نے تمہیں دوزخ میں بکثرت دیکھا یعنی عورتیں دوزخ میں بہت پائیں۔ عرض کی: کس سبب سے؟ فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو۔[3]

امام غزالی ''کیمیائے سعادت'' میں نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقت سَو بار شراب پی، ایک صحابی نے اس پر لعنت کی اور کہا: کب تک اس کا فساد باقی رہے گا!؟ حضور نے فرمایا: ''شیطان اس کا دشمن موجود ہے وہ کفایت کرتا ہے، تو لعنت کر کے شیطان کا یار نہ ہو۔''[4]

---

1 "صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، الحديث: ٦٠٤٧، ج٤، ص١١٢.

و"المعجم الكبير"، الحديث: ١٣٣٠، ج٢، ص٧٣.

2 "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في اللعن، الحديث: ٤٩٠٥، ج٤، ص٣٦٢.

3 "صحيح البخاري"، كتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم، الحديث: ٣٠٤، ج١، ص١٢٣.

4 "کیمیائے سعادت"، اصل پنجم، باب اول، ج١، ص٣٧١.

www.dawateislami.net

اور ایک شخص نے شراب پی، لوگ اس کو مارتے اور لعنت کرتے۔ فرمایا: ”لعنت نہ کرو کہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔“(1)

سوال: شرع شریف میں ظالموں اور بیاج (سود) کھانے والوں اور اس کے معاملے میں پڑنے والوں پر اور اس شخص پر جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے اور جو بدعتی کو جگہ دے اور جو غیر خدا کے واسطے جانور ذبح کرے اور سوا ان کے اور گنہگاروں پر لعنت وارد ہے اور اگلے پیغمبر بھی کفار پر لعنت کرتے:

﴿لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیۡسَی بۡنِ مَرۡیَمَ﴾(2)

اور فرشتے بھی ان پر لعنت کیا کرتے ہیں:

﴿اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُہُمۡ اَنَّ عَلَیۡہِمۡ لَعۡنَۃَ اللّٰہِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ o خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا﴾(3)

---

1. ”صحيح البخاري“، كتاب الحدود، باب ما يكره مِن لعن شارب الخمر، الحديث: ٦٧٨٠، ج٤، ص٣٣٠.
و”كيميائے سعادت“، ركن سوم، آفت هشتم، ج٢، ص٥٧٣.

2. ترجمۂ کنز الایمان: ”لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔“ (پ٦، المائدة: ٧٨)

3. ترجمۂ کنز الایمان: ”ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی، ہمیشہ اس میں رہیں۔“ (پ٣، ال عمران: ٨٧-٨٨)

www.dawateislami.net

جواب: لعنت لُغت میں بمعنی طَرْ د و اِبعاد (یعنی دُھتکار اور دوری) کے ہے اور اہل شریعت کبھی اس سے طَرْ د و اِبعادِ رحمتِ الٰہی و بہشت سے، اور کبھی طرد و اِبعادِ جنابِ قرب اور رحمتِ خاص و درجۂ سابقین سے مراد لیتے ہیں۔[1]

پہلے معنی کافروں کے لیے خاص ہیں۔ جس شخص کا کفر پر مرنا یقینی جیسے: ابوجہل، ابولہب، فرعون، شیطان، ہامان اس پر لعنت جائز، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جن پر لعنت کرتے تھے، بَاِعلامِ الٰہی (اللہ عزوجل کے بتانے سے) ان کے کافر مرنے سے واقف تھے اور فرشتے بھی انہیں پر لعنت کرتے ہیں جن کی بدانجامی سے بَاِعلامِ الٰہی واقف ہوتے ہیں یا انبیاء وملائکہ کافروں پر بوصفِ کفر لعنت کرتے ہیں یعنی: ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾[2] کہتے ہیں۔

اور دوسری قسم گنہگاروں کو بھی شامل ہے، جس جگہ قرآن یا حدیث میں لفظ لعنت کا عُصاۃ (گنہگاروں) کے حق میں وارد ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں، مگر جواز اس قسم کا بھی مقیَّد بوصفِ عام مذموم ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (جھوٹوں پر اللہ عزوجل کی لعنت) اور

---

1 لغت میں "لعنت" کے معنی "دوری" کے ہیں۔
شریعت کی اصطلاح میں لعنت کے معنی دو طرح سے بیان کئے گئے ہیں:
(۱) اللہ عزوجل کی رحمت اور اسکی جنت سے دوری، تو کسی پر لعنت کرنے کے معنی کبھی تو یہ ہونگے کہ تو اللہ عزوجل کی رحمت و جنت سے دور ہو۔
(۲) اور کبھی اللہ عزوجل کے قرب اور اسکی خاص رحمتوں سے دُوری، یا پچھلے نیک بندوں کو اسکی جناب میں جو مرتبہ ملا اس مرتبہ سے دوری مراد ہوگی۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: "اللہ کی لعنت منکروں پر۔" (پ ۱، البقرۃ: ۸۹)

www.dawateislami.net

لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (ظالموں پر خدا کی لعنت) کہہ سکتے ہیں، کسی شخص خاص پر لعنت نہیں کر سکتے۔

شیخ محقق [1] فرماتے ہیں: ''لعنت کرنا کسی پر جائز نہیں سوا اس کے جس کے کافر مرنے کی مُخبرِ صادق (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خبر دی، اور کافر مخصوص پر کہ ایمان اس کا دمِ اٰخیر محتمل ہو [2] لعنت نہ کریں۔

1 ''أشعة اللمعات''، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغیبة و الشتم، ج٤، ص٧١.

2 یعنی یہ احتمال کہ ہوسکتا ہے فلاں کافر مرتے وقت ایمان لے آیا ہو۔

بعض مکارِ زمانہ اسی کو بنیاد بنا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''میاں! کافر کو بھی کافر مت کہو! کیا معلوم کب مسلمان ہو جائے؟''

مقامِ غور تو یہ ہے کہ پہلے خود کافر کہہ چکے، پھر کہتے ہیں کافر مت کہو، حالانکہ خود قرآن مجید سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کافر کو کافر ہی کہا جائے اور مومن کو مومن، کیا آپ غور نہیں کرتے کہ قرآن پاک میں کافروں کو کافر کہہ کر پکارا گیا ہے بلکہ قرآن پاک میں ایک مکمل سورۃ کا نام ہی ''سورۃ الکافرون'' رکھا گیا ہے۔

پیارے اسلامی بھائیو! کوئی عاقل شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو شئے جس وقت جس حالت میں ہو اسے اس وقت اسی کی جنس سے پکارا جائے گا، مثلاً: گندم جب تک اپنی اصل حالت پر باقی ہے اسے گندم ہی کہا جائے گا اور جب اسے پیس کر آٹا کر دیا جائے تو پھر اسے کوئی بھی گندم کہنے کو تیار نہیں ہوگا بلکہ آٹا ہی کہا جائے گا اور جب اس آٹے کی روٹی بنالی جائے تو پھر اسے آٹا نہیں بلکہ روٹی کا نام دیا جائے گا اور جب اس روٹی کو کھا کر فُضلے کی شکل میں خارج کر دیا جائے تو پھر اسے روٹی نہیں بلکہ فضلہ کہا جائے گا، اس وقت ان حضرات کو یہ باتیں نہیں سوجھتی کہ گندم کو گندم مت کہو کیا معلوم کب آٹا ہو جائے اور آٹے کو آٹا مت کہو کیا معلوم کب روٹی ہو جائے وغیرہ......

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”دن“ کا اعلان

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: روزانہ صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اُس وقت ”دن“ یہ اِعلان کرتا ہے: اگر آج کوئی اچھا کام کرنا ہے تو کرلو کہ آج کے بعد میں کبھی پلٹ کر نہیں آؤں گا۔

(شعب الایمان، ۳/۳۸۶، حدیث: ۳۸۴۰)

978-969-722-139-4
01082101

DAWAT-E-ISLAMI
فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net